غلام مصطفیٰ قاسمی

تنقید و تبصرہ

تحفۃ الکرام

تالیف میر علی شیر قانع تتوی

(۱۲۰۳ھ)

(بخش اول از مجلد سوم)

تیسری جلد کا پہلا حصہ

باہتمام وحواشی :- سید حسام الدین راشدی

ناشر :- سندھی ادبی بورڈ - حیدرآباد سندھ

قیمت :- پچاس روپے

سندھ کی تاریخ پر یہ کتاب میر علی شیر قانع ٹھٹوی کی نادر روزگار تالیف ہے۔ مصنف کے متعلق جناب راشد صاحب فرماتے ہیں۔ میر علی شیر قانع ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے۔ دینی اور دنیاوی علوم پر آپ کو کامل دسترس تھی، انہوں نے سندھ کی تاریخ میں اپنے لئے لافانی مقام حاصل کیا جس پر نہ تو کوئی آپ سے پہلے پہنچ سکا تھا اور نہ آپ کے بعد بھی کسی کو یہ مرتبہ حاصل ہوا آپ نے ۳۴ تالیفات یادگار چھوڑی ہیں یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر میر علی شیر قانع اپنے دور میں قلم ہاتھ میں اٹھا کر یہ علمی خدمت نہ کرتے تو سندھ کی تاریخ اور ادب ایک عظیم حادثے سے دوچار ہوتی آج جس شاندار ماضی پر ہم فخر کر رہے ہیں ان کا نام ونشان بھی نہ ہوتا، درحقیقت اس قسم کی اعلےٰ شخصیتیں ہی ملک اور قوم کو اس دنیا میں اعلیٰ اور ارفع مرتبہ مہیا کرتی ہیں۔

راشدی صاحب سندھ کی تاریخ اور ادب میں خود بھی بڑا مقام اور مرتبہ رکھتے ہیں آپ کی زندگی کا محبوب شغلہ سندھ کی تاریخی اور ادبی کتابوں کا مطالعہ رہا ہے۔ اور ان کی علمی لائبریری پاکستان میں بڑی شہرت کی مالک ہے جس میں نہ صرف نادر مطبوعہ کتاب موجود ہیں بلکہ اس میں نادر روزگار قلمی کتابوں کا بھی بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے جو کسی دوسری ذاتی لائبریری میں نہیں ہے آپ کے وسعت مطالعہ اور تحقیقی ابنج کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ سندھی ادبی بورڈ کی عالمی شہرت کا سہرا بھی آپ کے سر پر ہے کہ بیسیوں فارسی علم وادب کی کتابوں کو آپ نے عالمانہ انداز میں مرتب فرمایا، مقدمات لکھے اور حواشی سے مزین فرمایا۔ یہ کتاب ایران اور دوسرے ممالک میں پہونچیں اور مرتب کی تحقیق اور دسیع معلومات کا اعتراف ہوا۔ اور اس پر ان کو ایران کی حکومت کی طرف سے بہت بڑا اعزاز بھی حاصل ہوا۔

یہ کتاب بھی اسی طرح اعلیٰ تحقیق پر مشتمل ہے۔ راشدی صاحب کی جستجو کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے تحفۃ الکرام کے متعدد قلمی نسخے ہاتھ کیے، مثلاً برٹش میوزم کا قلمی نسخہ (Add. 21589) یہ نسخہ مصنف کے نسخے سے میر غلام علی خان کے لیے نقل ہوا۔ کاتب کا نام مہر علی حسینی ہے۔ اور سن کتابت ۱۲۰۰ھ ہے دوسرا نسخہ خود مرتب کی ذاتی لائبریری کا قلمی نسخہ ہے اور سن کتابت ۱۲۶۷ ہے یہ بھی مصنف کے دستخطی نسخے سے منقول ہے۔ تیسرا نسخہ خدا داد خان کا ہے، مرحوم نے کراچی میں عبدالکبیر کشمیری کاتب سے ۱۲۶۷ھ میں نقل کرایا تھا۔

راشدی صاحب نے ان نسخوں پر اکتفا نہ کیا، لیکن مصنف میر علی شیر قانع کے اپنی ہاتھ سے لکھے ہوئے مخطوطے کی تلاش کی اور یہ نسخہ آپ کو مل گیا۔

یہ نسخہ مصنف کے حفید مرحوم سید حسین علی شاہ ٹھٹوی کے ہاں تھا جہاں سے تقریباً ۱۹۲۵ء میں مرحوم مغفور مولانا محمد شفیع لاہوری لے گئے اور اب یہ نسخہ مولانا کے صاحبزادے جناب احمد ربانی کی تحویل میں ہے۔ ان سے پہلے تو اس نسخہ کی فوٹو اسٹیٹ کاپی حاصل کی اور بعد میں یہ اصل نسخہ بھی تحقیق، ترتیب کے زمانے میں راشدی صاحب کو مل گیا اور اسی پر انہوں نے

متن اور تحقیق کی بنیاد رکھی۔

راشدی صاحب کی وسعت نظر اور بے انتہا معلومات کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ مطبوعہ نسخہ کا یہ حصہ ۱۱۶ صفحات پر مشتمل ہے اور مصنف کے مخطوطے میں اس کے ۶۸ صفحات ہوتے ہیں اور اس کا سندھی ترجمہ ۲۸۳ صفحات پر مشتمل ہے اور یہ حصہ راشدی صاحب کی تحقیق کی بدولت ۵۰۰ صفحات پر آگیا ہے اور آخر میں ایک سو بائیس صفحات زائد بھی ہیں جن پر تصاویر میں آرٹ پیپر پر بڑی عمدہ معلومات پیش کی گئی ہے اور نادر کتبے بھی محفوظ ہو گئے ہیں۔ سب سے آخر میں ہنڈرس دی گئی ہیں جن میں فہرس نامہاد قبیلہا فہرس اماکن و بلاد اور فہرست کتب و رسائل درج ہیں۔

ٹائٹل پر سندھ کے عظیم سپوت دریا خاں شہید کے مقبرہ کی تصویر نہایت خوبصورت لگتی ہے۔ جو سندھ کے تاریخی پس منظر کی عکاسی کرتی ہے۔

بہرکیف تحفۃ الکرام کا یہ مطبوعہ حصہ سندھ کی تاریخ اور ادب سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے ایک بڑا علمی سرمایہ ہے اور بیش بہا معلومات کا گنجینہ ہے، اس کا ہر ایک علمی لائبریری میں ہونا نہایت ضروری ہے۔

آخر میں ہم سندھی ادبی بورڈ کو ایسی نادر روزگار علمی کتابوں کی اشاعت پر ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ حضرت مخدوم صاحب طالب المولیٰ جیسے مشہور عالم اور ادیب کی سرپرستی میں ہمارا یہ علمی ادارہ اس قسم کی علمی خدمات بجا لاکر اپنی عالمی شہرت میں مزید اضافہ کرے گا۔

مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی نے زاہد پریس حیدرآباد سے چھپوا کر شاہ ولی اکیڈمی
حیدرآباد سے شائع کیا